ماخذ تحقیقی مجلہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر علی احمد شیرازی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی زبان وادب، یونیورسٹی آف سرگودھا۔

محمد عرفان حیدر

لیکچرر (اردو)، گورنمنٹ گریجویٹ کالج جوہر آباد، خوشاب ۔

پروین اعتصامی کی شاعری: فارسی ادب میں ایک خاموش نسائی آواز

Dr. Ali Ahmad Shirazi*
Assistant Professor, Department of Persian Language and Literature, University of Sargodha.
Muhammad Irfan Haider
Lecturer (Urdu), Govt. Graduate College Jauharabad, Khushab.
***Corresponding Author:** aliahmadshirazi@gmail.com

The Poetry of Parvin E'tesami: A Silent Feminine Voice in Persian Literature

Parvin E'tesami is a prominent figure in Persian literature whose poetry reflects a unique blend of feminine consciousness, social awareness and moral insight. While she addresses themes such as women's rights, education, justice and human values, her poetic voice tends to avoid direct emotional expression. Instead, she often relies on symbolic, ethical and intellectual modes of articulation. This study explores how Parvin adopts a form of "silent feminine expression" a voice that does not cry out emotionally but rather speaks through thoughtful restraint and cultural dignity. Her poems frequently reach a point where personal or emotional themes emerge but are quickly redirected toward moral conclusions. This recurring silence is not mere omission, but rather a reflection of the socio-cultural constraints of her time, where open expression by women was limited. Within these constraints, however, Parvin forged a powerful, subtle, and dignified feminine voice that continues to resonate in Persian literary discourse.

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

Key Words: *Parvin E'tesami, Persian Literature, Feminine Voice, Silent Expression, Women's Rights, Social Awareness.*

تاریخ ہی واحد ذریعہ نہیں جو انسانی معاشروں کے واقعات، حادثات اور مختلف سماجی تحریکات کو محفوظ کر کے منتقل کرتا ہے، بلکہ ادب بھی فردی اور اجتماعی مسائل کو فنکارانہ انداز میں منعکس کر کے تاریخ کی معاونت کرتا ہے اور بعض اوقات تاریخ سے زیادہ سچّا اور باریک بین ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی دور کے سماجی مسائل کو سمجھنے کا ایک معتبر راستہ اُس دور کے ادب کا مطالعہ ہے۔ مشروطہ انقلاب کے دوران اور اس کے بعد ایران میں عورت اور اس کے حقوق و مسائل جیسے موضوعات توجہ کے مرکز بنے اور یہ موضوعات میرزادہ عشقی، ایرج میرزا، نسیم شمال اور دیگر شعرا کے کلام میں منعکس ہوئے۔ بعد ازاں جب شعر کے قالب اور مضامین میں تبدیلیاں آئیں تو عورت کا مقام اور اس کے بارے میں نقطۂ نظر میں بھی بنیادی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

ایسے میں یہ بات فطری ہے کہ خواتین شاعرات بحیثیت عورت ان موضوعات کے حوالے سے زیادہ حساس واقع ہوئی ہوں کیونکہ وہ محض تماشائی نہ تھیں بلکہ خود اس جدوجہد کا حصہ تھیں اور انھوں نے عورتوں کی ضروریات، مسائل، فکری الجھنوں اور خوابوں کو اپنی پوری ہستی کے ساتھ محسوس کیا۔ چنانچہ ان کی شاعری میں عورتوں کے مسائل کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ براہ راست، غیر مصفّا اور اس بنا پر زیادہ حقیقی ہوتی ہے۔

رخشندہ اعتصامی، جو پروین کے لقب سے مشہور ہوئیں، تبریزی (والدہ) اور یوسف اعتصامی (والد) کی صاحبزادی تھیں۔ وہ ۲۵ اسفند ۱۲۸۵ ہجری شمسی (مطابق ۱۹۰۷ء) کو تبریز میں پیدا ہوئیں، اور سن ۱۲۹۱ شمسی میں جب وہ صرف چھ برس کی تھیں اپنے خاندان کے ہمراہ تہران منتقل ہو گئیں اور اپنی مختصر زندگی کے اختتام تک وہیں مقیم رہیں۔ پروین نے بچپن ہی میں اپنے دانشور والد کی سرپرستی میں فارسی اور عربی ادب کی تعلیم حاصل کی اور اسی زمانے سے شعر گوئی کا آغاز کیا۔ ۱۳۰۰ شمسی (مطابق ۱۹۲۱ء) میں جب وہ ابھی پندرہ برس کی تھیں ان کی پہلی نظم "ای مرغک" (اے ننھی چڑیا) مجلہ بہار میں شائع ہوئی اور ان کی شعری صلاحیت نے ابتدا ہی سے اہل ادب و دانش کو متوجہ کر لیا۔

سن ۱۳۰۳ ہجری شمسی کے اواخر میں وہ ایران بیت ال نامی امریکن اسکول سے فارغ التحصیل ہوئیں اور اسی ادارے میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگیں۔ پروین نے کئی اندرون ملک اور بیرون ملک سفر میں اپنے والد کا ساتھ دیا اور ہمیشہ ان کی ہم نشین اور ہم قدم رہیں۔ تاہم ۱۹ تیر ۱۳۱۳ ہجری شمسی (مطابق جولائی ۱۹۳۴ء) کو پروین کی شادی اپنے والد کے چچازاد بھائی فضل اللہ آرتا (ہمائیون فال) سے ہوئی جو اس وقت کرمانشاہ شہر کے نظم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

عامہ کے رئیس تھے اور وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہی اپنے شوہر کے ہمراہ کرمانشاہ منتقل ہو گئیں۔ مگر یہ رشتہ پروین کی نازک مزاج اور حساس طبیعت کے مطابق نہ تھا چنانچہ محض ڈھائی ماہ بعد بہمن ۱۳۱۳ شمسی میں وہ شوہر کا گھر چھوڑ کر واپس والدین کے گھر آ گئیں اور آخرکار ۱۱ مرداد ۱۳۱۴ ہجری شمسی (مطابق اگست ۱۹۳۵ء) کو ان کی علیحدگی باضابطہ طور پر عمل میں آئی۔

پروین کی شادی سے قبل اُن کے والد نے معاشرے کے کچھ خاص ثقافتی حالات کے پیشِ نظر، دوستوں اور شعرا کے بارہا اصرار کے باوجود پروین کے دیوان کی اشاعت پر رضامندی ظاہر نہ کی تھی۔ تاہم 1314 ہجری شمسی میں اُن کی بیٹی کی شوہر سے علیحدگی کے بعد انہوں نے پروین اعتصامی کا قیمتی دیوان معروف شاعر ملک الشعراء تقی بہار کے دیباچے کے ساتھ تہران سے شائع کیا۔

> دیوان کی پہلی اشاعت کے ایک سال بعد یعنی ۱۳۱۵ ہجری شمسی میں وزارت معارف کی جانب سے پروین کو درجہ سوم کا علمی تمغہ عطا کیا گیا اور اُسی سال خرداد (جون) کے مہینے میں اُنہیں دانشسرائے عالی کی لائبریری میں بطور لائبریرین منتخب کیا گیا، اگرچہ اسفند ۱۳۱۵ ہجری شمسی میں انہوں نے یہ عہدہ چھوڑ دیا۔ [(1)]

پروین کے والد کا ۱۲ دی ۱۳۱۶ ہجری شمسی (مطابق جنوری ۱۹۳۸ء) کو انتقال ہو گیا اور وہ اپنی بیٹی کو تنہائی، غم اور کرب میں چھوڑ گئے۔ پروین اعتصامی جو فارسی کی عظیم معاصر شاعرہ تھی والد کی وفات کے چار سال بعد جو بلاشبہ اُن کی زندگی کا سب سے المناک واقعہ تھا اوائل بہار ۱۳۲۰ ہجری شمسی (مطابق ۱۹۴۱ء) میں ٹایفائڈ بیماری کے باعث انتقال کر گئیں۔ انہیں اپنے والد کے پہلو میں خاندانی مقبرے میں سپرد خاک کیا گیا۔ مگر ادب کے آسمان کا یہ روشن ستارہ کبھی بجھا نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے زندہ و تابندہ رہا۔ [(2)]

پروین اعتصامی (۱۲۸۵-۱۳۲۰ ہجری شمسی) جو میرزا یوسف خان اعتصامی المعروف اعتصام الملک کی صاحبزادی تھیں۔ فارسی ادب کی چند ممتاز اور مشہور خواتین شاعرہ میں سے ایک ہیں۔ [(3)] اگرچہ فارسی ادب میں عورت کے مقام، اس کی قدر و قیمت اور فطری شرافت سے متعلق موضوعات صرف خواتین شاعرات تک محدود نہیں لیکن ان مضامین پر خواتین شعراء خصوصاً پروین اعتصامی کی توجہ زیادہ گہری اور نمایاں ہے۔ ان کے دیوان میں شامل نظمیں جیسے "زن در ایران" (ایران میں عورت)، "فرشتہ ی اُنس" (مانوس فرشتہ) اور "نہالِ آرزو" (آرزو

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

کا پودا) اس حقیقت کی گواہ ہیں۔ ذیل کے اشعار، نظم "حدیثِ مہر" (محبت کی گفتگو) سے ماخوذ ہیں جو ایک کبوتر اور چڑیا کے مکالمے کی صورت میں پروین کے پیش کردہ ماں کی شفقت و محبت کے احساسات کی عمدہ ترجمانی کرتے ہیں:

گفتا حدیث مهر می آموزمت جهان
روزی تو هم شوی چو من ای دوست مادری
گرد تو چون که بر شود از کودکان خرد
جز کار مادران نکنی کار دیگری
خوش بخت طائری که نگهبان مرغکی است
سرسبز شاخکی که بچینند از آن بری
فریاد شوق و بازی اطفال دلکش است
وآنگه به بام لانه ی خرد محقری
هرچند آشیانه گلین است و من ضعیف
باور نمی کنم چو خود اکنون توانگری
شیرین نشد چو زحمت مادر وظیفه ای
فرخنده تر ندیدم از این هیچ دفتری (4)

ترجمہ: کہا، محبت کی بات تجھے سکھاؤں اے دوست، اک دن تو بھی میری طرح ماں بنے گی۔ جب تیرے گرد ننھے بچوں کی چہکار ہو گی، تو تیرے فرائض بھی ماں جیسے ہوں گے اور کچھ نہیں۔ کامیاب وہ پرندہ ہے جو کسی ننھی چڑیا کی نگہبان ہو اور وہ سبز شاخ خوش نصیب ہے جس پر ایسا گھونسلا ہو۔ بچوں کی شوخی، خوشی اور ان کی پیاری آوازیں اور پھر کسی چھوٹے سے آشیانے کی چھت پر ان کا بسیرا! اگرچہ میرا گھونسلا مٹی کا ہے اور میں خود بھی کمزور ہوں مگر یہ شان اور قدرت مجھے کسی سلطنت سے کم محسوس نہیں ہوتی۔ ماں کی مشقت اگرچہ ایک فطری ذمہ داری ہے لیکن میں نے اس سے زیادہ بابرکت کوئی دفتر (عمل) نہیں دیکھا۔

پروین نے ادب کی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور ثانوی تعلیم تہران کے امریکن اسکول میں مکمل کی۔ سن ۱۳۰۳ ہجری شمسی میں وہ اسی اسکول سے فارغ التحصیل ہوئیں اور بعد ازاں وہیں تدریس کے فرائض انجام دینے لگیں۔ پروین کے ابتدائی اشعار مجلہ "بہار" میں شائع ہوا کرتے تھے جسے ان کے والد شائع کرتے تھے اور ان کے پہلے نقاد بھی انہی کے والد میرزا یوسف خان اعتصامی تھے۔ (5)

اگرچہ پروین ایک تعلیم یافتہ اور باشعور خاتون تھیں اور ان کے والد میرزا یوسف خان بھی سنہ ۱۳۱۸ ہجری قمری میں قاسم امین مصری کی کتاب تحریر المرأۃ کا فارسی ترجمہ "تربیت نسوان" کے عنوان سے کر کے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

عورتوں کی آزادی کے حامی اور روشن فکر افراد میں شمار ہوتے تھے [6] لیکن پروین کی ایرانی-اسلامی ثقافت سے وابستگی نے انھیں ان سماجی تحریکات اور عورتوں کے حقوق و آزادی کی اُن جدوجہدوں میں شریک ہونے سے باز رکھا جو مغربی فکر سے متاثر تھیں۔ [7]

لیکن اس وابستگی کا یہ مطلب ہر گز نہیں تھا کہ پروین خاموش بیٹھ جائیں اور عوامی مفاد یا عورتوں کے سماجی مسائل پر گفتگو نہ کریں۔ ان کی نظم "زن در ایران "(ایران میں عورت) اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ ان موضوعات پر اظہار خیال سے گریز نہیں کرتی تھیں۔

ایک اور نکتہ جو پروین کی اپنی ثقافت اور سماج سے گہری وابستگی اور دلچسپی کو ثابت کرتا ہے یہ ہے کہ گھریلو مسائل اور ازدواجی ناکامی کے باوجود انہوں نے اپنی ذاتی پریشانیوں کو شاعری میں وسیع پیمانے پر بیان نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ذاتی موضوعات کو اس قدر معمولی اور کم اہمیت کی حامل سمجھتی تھیں کہ ان پر وقت صرف کرنا، اجتماعی مفادات اور اخلاقی و سماجی اصلاحات کے عمل سے غفلت برتنے کے مترادف ہوتا۔ [8]

پروین اعتصامی کو بلاشبہ فارسی زبان میں خواتین کی شاعری کی تاریخ میں ایک انقلابی موڑ اور اہم سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے جیسا کہ علامہ محمد قزوینی نے اپنے دور میں بجا طور پر انہیں "ملکۃ النساء الشواعر "(خواتین شاعرات کی ملکہ) کا لقب دیا ہے۔ [9]

پروین اور ان کی شاعری کے بارے میں بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ بعض نقادوں نے ان کی شاعری کے انداز کو "مردانہ" قرار دیا ہے [10] جبکہ دیگر اہل نظر نے ان کے کلام کو غیر جنسی یا صنفی رنگ سے ماورا گردانا ہے۔

جیسا کہ ایک رائے میں کہا گیا ہے: پروین کی شاعری کو صحیح معنوں میں غیر جنسی کہا جا سکتا ہے یعنی نہ یہ مردانہ ہے نہ زنانہ۔ البتہ ان دونوں اصطلاحات کو مطلق اور قطعی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ پروین کے کچھ اشعار میں مردانہ دنیا کے اخلاقی تصورات اور فکری معیار کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے اور دوسری طرف وہ کچھ نظموں میں خصوصاً اپنی ذات اور عورتوں کے بارے میں کہی گئی نظموں میں، عورتوں پر مسلط کی گئی مخصوص ذہنیت اور فرسودہ تصورات کی عکاسی بھی کرتی ہیں۔ بعض نظموں میں وہ عورتوں کے حقوق اور کشف حجاب جیسے موضوعات پر بھی اظہار خیال کرتی ہیں۔ [11] لیکن عمومی طور پر نہ ان کی شاعری کو مکمل طور پر مردانہ کہا جا سکتا ہے، اور نہ ہی مکمل زنانہ۔

ماخذ تحقیقی مجلہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

یقیناً ایک ایسے پدر سالار یا مرد سالار معاشرے میں جہاں ہر خوبی کو مردوں سے منسوب کیا جاتا ہے اور ہر ضعف و کمزوری کی علامت کو عورتوں سے جوڑا جاتا ہے۔ یہ بالکل فطری بات ہے کہ پروین کی زبان کو اُس وقت مردانہ زبان قرار دیا جائے جب وہ عقل، معرفت اور حکمت کی بات کرتی ہیں اور اسی طرح اس کی زبان کو زنانہ زبان تب کہا جائے جب وہ اپنے خیالات کی ترسیل کے لیے باورچی خانے کے لوازمات و وسائل، مسور اور ماش کی دال جیسے الفاظ کا سہارا لیتی ہے یا یہاں تک کہ جب وہ باپ کے غم میں کچھ جذباتی کیفیت کا اظہار کرتی ہیں۔ مگر درحقیقت یہ تمام پیمانے کسی شاعر کی شعری زبان کی جنس کے تعین کا صحیح معیار نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو کیا خاقانی جیسے فارسی کے مشہور شعرا نے اپنے بچے کے غم میں بین و گریہ نہیں کیا؟ کیا انہوں نے درد سے لبریز قصیدے نہیں کہے؟ اور کیا فارسی زبان کے کلاسیکل مرد شعرا نے کبھی باورچی خانے یا اس میں پیش آنے والے معاملات کا ذکر نہیں کیا؟

اصل میں اگر کوئی معتبر معیار اس حوالے سے قائم کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف مرد اور عورت کے درمیان موجود فطری روحانی و نفسیاتی فرق ہے۔ بے شک عورتوں کی جذباتی کیفیات، رجحانات اور تمنائیں مردوں سے کچھ حد تک مختلف ہوتی ہیں اور پروین کی شاعری کے بارے میں مختلف آرا کی بنیادی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کی شاعری میں یہ نسائی جذبات، تمنائیں اور کیفیات زیادہ نمایاں نہیں ہوتیں۔ لیکن یہ کہنا کہ ان کی شاعری احساس اور جذبات سے خالی ہے، سراسر غلط ہے۔

جب ہم ان کے مجموعۂ کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسی شاعرہ ہیں جنہیں اپنے زمانے کے سماجی مسائل کی گہری فکر ہے اور ظلم و جبر اور غربت کے خلاف احتجاج ان کے کلام کے مرکزی مضامین میں شامل ہے۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایران میں سماجی رومانویت (رومانٹک سوشلسٹ شاعری) کی صف اول کی شاعرہ ہیں۔ وہ ایک ایسی خاتون ہیں جو فکری اعتبار سے گہری سوچ رکھنے والی، اہل دانش و بینش شخصیت کی حامل تھیں اور ساتھ ہی ایک حساس دل کی مالک بھی جو انسان اور انسانیت سے بھرپور محبت سے سرشار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ مظلوموں، محنت کشوں، بیماروں اور بچوں کی ہمدرد رہیں اور انہوں نے ایسے اشعار کہے جن میں نہ صرف ان طبقات کے جذبات کو بیان کیا بلکہ ان کی زبان میں ان کی ترجمانی بھی کی۔

پروین نے سابقہ عہد کی عدل پسندی اور انصاف پسندی کی یاد کو تازہ رکھتے ہوئے سرمایہ داری اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف آواز بھی بلند کی اور ان کے خلاف شعری میدان میں سرگرم عمل رہیں۔ وہ عورتوں کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

ماخذ تحقیقی مجلہ

حقوق کی علمبردار، مظلوم بوڑھی عورتوں اور بچوں کی ہمدرد اور یہاں تک کہ جانوروں کے لیے بھی غمخوار تھیں۔ پروین ایک ایسا معاشرہ چاہتی تھیں جو بے طبقاتی ہو، ظلم سے پاک ہو اور جہاں نہ کوئی ظالم ہو نہ مظلوم۔(12)

تاہم یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ پروین شاذ و نادر ہی اپنی نسوانیت یا زنانہ جذبات و میلانات کے بارے میں براہ راست کچھ کہتی ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ خاموشی ہر گز اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عورت کے وجود یا معاشرے میں اس کے مقام کی اہمیت سے غافل تھیں کیونکہ اُن کی شاعری میں متعدد مقامات پر ہمیں نظر آتا ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر آواز بلند کی ہے اسی طرح عورت کے پامال شدہ حقوق کا بھرپور احتجاج کیا ہے اور ان کی بازیافت کا مطالبہ کیا ہے۔

پروین اپنے معاشرے میں رائج مرد سالارانہ یا پدر سالارانہ سوچ کے برخلاف عورت و مرد میں کسی بنیادی فرق کی قائل نہیں تھی۔ جیسا کہ وہ ایک شعر میں کہتی ہیں:

روان به هیچ مبحث و دیباچه ای قضا ننوشت
براي مرد كمال و برای زن نقصان [13]

ترجمہ: فطرت کسی بھی عنوان یا مقدمے میں یہ فیصلہ نہیں کرتی کہ مرد کے لیے کمال ہو اور عورت کے لیے کمی یا نقصان۔

اس شعر میں "روان "کا مطلب غالباً عقل کل یا الٰہی حکمت یا تقدیر لکھنے والی قوت ہے یعنی خدا کی طرف سے انصاف کرنے والا روحانی نظام یا فطرت۔ یہاں شاعرہ کہہ رہی ہیں کہ روح کائنات یا فطرت الٰہی نے کسی کتاب یا مقدمے میں یہ فیصلہ نہیں لکھا کہ مرد کے لیے کمال ہو اور عورت کے لیے نقص۔ یعنی پروین یہ کہنا چاہتی ہیں کہ عورت اور مرد کے درمیان فرق یا برتری کا تصور فطرت یا خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ سماج کی خود ساختہ تفریق ہے۔

اسی طرح جب ہم ان کی مشہور تقریر "زن و تاریخ "(عورت اور تاریخ) کا مطالعہ کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی گریجویشن کی تقریب میں پیش کی تھی تو یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مشرقی معاشروں میں عورت کے چھن چکے حقوق کی واپسی کی خواہاں تھی۔ اس زمانے میں مشرقی عورتوں کی زندگی ہر جگہ تاریکی اور غم سے بھری ہوئی تھی، ہر طرف رنج و مشقت کا عالم تھا اور ہر سو اسارت اور ذلت کا سایہ چھایا ہوا تھا۔ ایک معروف سماجی مفکر کہتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

مشرق پر آنے والی مصیبتوں اور حادثات کے طوفانوں میں مشرقی اقوام کی کمزوری اور ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عورتوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ نہیں دی انہیں انسانیت کا ناکارہ عضو سمجھا اور یوں اپنی آدھی قوت کو ضائع کر دیا۔ (14)

یہ کلمات ایک اٹھارہ سالہ نوجوان لڑکی کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ چونکہ پروین ایک روشن خیال اور مغربی فکر سے آشنا والد کی بیٹی تھیں اور انہوں نے تہران کے ایک امریکی اسکول میں تعلیم حاصل کی تھی اس لیے وہ مغربی معاشروں کے حالات سے بخوبی آگاہ تھیں اور یہ بھی جانتی تھی کہ ایشیائی معاشروں خصوصاً ایران میں وہ عناصر مفقود ہیں جو وہاں موجود تھے۔ اسی وجہ سے وہ بطور ایک مشرقی عورت ان کمیوں اور محرومیوں کو نہایت گہرائی سے محسوس کرتی تھیں۔

البتہ ایک قابل غور نکتہ یہ ہے کہ پروین کا دیوان اُن کے تمام اشعار پر مشتمل نہیں ہے اور جب اُن کے والد نے اُن کے کلام کا مجموعہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو کچھ نظمیں اس میں جان بوجھ کر شامل نہیں کی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض نظموں کو شعری دیوان سے خارج کرنے کا فیصلہ اُن کے والد اور خانوادہ نے مصلحتاً کیا کیونکہ وہ ان نظموں کو ایک نوجوان لڑکی کے لیے موزوں یا سماجی طور پر قابل قبول نہیں سمجھتے تھے۔

یہاں تک کہ نظم "نہال آرزو" (آرزو کا پودا) کی تخلیق اُس دور کے ایرانی معاشرے کے غالب ماحول سے اس قدر متصادم تھی کہ یوسف اعتصام الملک یعنی پروین کے والد نے سن ۱۳۱۴ ہجری شمسی میں جو کہ کشفِ حجاب سے پہلے کا زمانہ تھا اس نظم کو پروین کے دیوان کے پہلے ایڈیشن میں شامل کرنے سے گریز کیا۔ یہ نظم پروین نے اپنی گریجویشن تقریب کے لیے لکھی تھی۔ وہی شرمیلی، خاموش اور باحیا لڑکی، اسی نظم میں بلند آواز سے یہ سوال اٹھاتی ہے: آخر عورتیں کیوں اپنے حقوق سے محروم ہیں؟

ای نهال آرزو، خوش زی که بار آورده ای/ غنچه بی باد صبا، گل بی بهار آورده ای/ باغبانان تو را امسال ، سال خرّمی ست/ زین همایون میوه، کز هر شاخسار آورده اي/ شاخ و برگت نیکنامی، بیخ و بارت سعی و علم / این هنر ها، جمله از آموزگار آورده اي/ خرّم آن کاو وقت حاصل ارمغانی از تو برد/ برگ دولت، زاد هستی توش کار آورده ای۔ (15)

ترجمہ: اے آرزو کے نونہال خوش ہو جا کہ تو نے ثمر دے دیا ہے۔ بن باد صبا کے، بن بہار کے، تُو نے غنچہ اور پھول دے دیا ہے۔ باغبانوں کے لیے یہ سال خوشیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس مبارک میوے کے سبب، جو تُو

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

نے ہر شاخ سے اُتارا ہے۔ تیری شاخ و پتے نیک نامی سے بھرپور ہیں اور جڑیں علم و محنت سے۔ یہ سب ہنر و خوبیاں تو نے اپنے استاد کی رہنمائی سے پائے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو وقت فصل تجھ سے تحفہ پالے کہ تیرے وجود کی شاخ سے دولت کا پتّا اور محنت کا پھل لایا گیا ہے۔

یہ نظم پروین اعتصامی نے اپنی گریجویشن کی تقریب میں پڑھی، جس میں وہ ایک علامتی انداز میں تعلیم یافتہ عورت کی ترقی، فکری بالیدگی اور سماجی حیثیت کو بیان کرتی ہیں۔ نظم کا مرکزی استعارہ "نھال آرزو" (آرزو کا پودا) ہے، جو درحقیقت ایک تعلیم یافتہ، باوقار اور باصلاحیت عورت کی علامت ہے۔

پہلے شعر میں، پروین نہالِ آرزو کو ایک ایسا پودا کہتی ہیں جو بغیر بہار اور بادِ صبا (موسم اور فطری امداد) کے خود اپنے بل پر پھول دے دیتا ہے۔ یہ عورت کی خود ساختہ، باہمت اور خود مختار شخصیت کی علامت ہے جو بغیر کسی سماجی مدد یا مراعات کے علم اور ہنر کے پھول کھلاتی ہے۔ دوسرے شعر میں وہ معاشرے (باغبانوں) کو مخاطب کرتی ہے جن کے لیے یہ سال خوشی کا ہے کیونکہ تعلیم یافتہ عورت نے پھل دے کر معاشرتی فلاح کی نوید سنائی ہے۔ یہ ایک ایسی عورت کی طرف اشارہ ہے جو سماج میں کارآمد کردار ادا کرتی ہے۔ تیسرے شعر میں وہ عورت کی نیک نامی، محنت اور علمی بنیادوں کو اجاگر کرتی ہے اور یہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ خوبیاں اُس نے اپنے استاد کی رہنمائی سے حاصل کی ہیں۔ یہاں استاد علامت ہے تعلیم، رہنمائی، اور دانش کا۔ چوتھے شعر میں وہ کہتی ہیں کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جو اس تعلیم یافتہ وجود سے عملی فائدہ اٹھائے، سیکھے اور ترقی پائے۔ یہ دراصل اس بات کا اقرار ہے کہ علم اور محنت سے تربیت یافتہ عورت معاشرے کے لیے مفید سرمایہ ہے جس کے ثمرات سب تک پہنچتے ہیں۔

یہ نظم صرف فارغ التحصیل طالبات کی خوشی کا جشن نہیں، بلکہ ایک فکری اعلان ہے۔ پروین نے ایک نوجوان عورت کی شخصیت کو "آرزو کا بارآور پودا" قرار دے کر اس بات پر زور دیا کہ عورت اگر تعلیم، محنت، خودی اور نیک نیتی سے کام لے تو وہ سماج میں مثبت تبدیلی لا سکتی ہے۔ یہ نظم مشرق میں عورت کے مقام و مرتبہ پر ایک خوبصورت، ادبی اور شعوری احتجاج بھی ہے جہاں وہ سماج کو باور کرواتی ہیں کہ عورت کو اس کی اصل حیثیت دی جائے اور تعلیم کے ذریعے اس کی شخصیت کو سنوارا جائے۔

غنچه ای زین شاخه، ما را زیب دست و دامن است / همتی ای خواهران، تا فرصت کوشیدن است/ پستی نسوان ایران ، جمله از بی دانشی است / مرد یا زن، برتري و رتبت از دانستن است/ زین چراغ معرفت کامروز اندر دست ماست/

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

شاهراه سعی اقلیم سعادت، روشن است / به که هر دختر بداند قدر علم آموختن / تا نگوید کس پسر هوشیار و دختر کودن است۔ (16)

اس شاخ سے کھلا ایک غنچہ ہمارے دامن و دست کی زینت ہے۔ اے بہنو ہمت کرو جب تک کوشش کا موقع میسر ہے۔ ایرانی عورت کی پستی کی وجہ سراسر تعلیم سے دوری ہے۔ چاہے مرد ہو یا عورت برتری کا راز صرف علم میں پنہاں ہے۔ یہ چراغ معرفت جو آج ہمارے ہاتھ میں ہے۔ محنت کی شاہراہ اور سعادت کی سرزمین اس سے روشن ہے بہتر ہے کہ ہر لڑکی علم حاصل کرنے کی قدر پہچانے تا کہ کوئی یہ نہ کہے لڑکا ہوشیار ہے اور لڑکی نادان۔

یہ اشعار تعلیم یافتہ مشرقی عورت کی خود آگاہی، بیداری اور سماجی شعور کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پروین اعتصامی نہ صرف ایک ذاتی تجربے کی نمائندہ شاعرہ ہیں بلکہ اپنی شاعری میں اجتماعی نسوانی آواز کو بھی طاقتور انداز میں پیش کرتی ہیں۔ پروین ایک نرم اور لطیف استعارے سے ابتدا کرتی ہے۔ شاخ سے نکلا ہوا غنچہ جو تعلیم، علم کی روشنی یا ایک روشن خیال لڑکی کی علامت ہے جو دامن و دست کی زینت بن چکا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی ہم جنس بہنوں سے پکار کر تقاضا کرتی ہیں کہ ہمت کرو جب تک موقع میسر ہے یعنی تعلیم حاصل کرنے کا وقت ہے اسے ضائع نہ کرو۔

یہاں وہ نسوانی پسماندگی کی اصل جڑ کو بیان کرتی ہیں "نادانی"۔ پروین صاف کہتی ہے کہ عورتوں کی پستی کسی فطری کمزوری یا سماجی حیثیت کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ تعلیم کی کمی کی وجہ سے ہے اور وہ برابری کا اصول بھی واضح کرتی ہے کہ مرد و زن میں برتری کا معیار صرف اور صرف "علم" ہے۔ یہ اشعار امید اور حوصلے کا نکتۂ عروج ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ آج کے دن معرفت کا چراغ ہمارے ہاتھ میں ہے یعنی علم، شعور اور بصیرت کا اختیار اور یہ چراغ سعادت کی سرزمین تک جانے والے محنت کے راستے کو روشن کر رہا ہے۔ یہ ایک خوش بینانہ پیغام ہے کہ راستہ کھلا ہے اب صرف اسی پر چلنا ہے۔ ان اشعار میں وہ ایک سماجی تاثر اور تعصب کو نشانہ بناتی ہیں کہ لڑکے کو ذہین اور لڑکی کو کم عقل سمجھا جاتا ہے۔ پروین اعتصامی اس پر زور دیتی ہے کہ ہر لڑکی کو چاہیے کہ وہ علم حاصل کرنے کی قدر و منزلت پہچانے تا کہ کوئی یہ ظالمانہ موازنہ نہ کر سکے۔

یہ اشعار پروین اعتصامی کے فکری نسوانی شعور اور تعلیم نسواں کے فلسفے کی روشن ترین مثال ہیں۔ یہ نہ صرف ایک تربیتی پیغام رکھتے ہیں بلکہ معاشرے کے رائج مرد پرست معیاروں کے خلاف ادبی احتجاج بھی ہیں۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

پروین ایک طرف علم کو نجات دہندہ مانتی ہیں اور دوسری طرف یہ چاہتی ہیں کہ عورت کو صرف جذباتی مخلوق سمجھنے کا تصور ختم کیا جائے اور اسے علم و کردار کی بنیاد پر پہچانا جائے۔ یہ نظم آج بھی مشرقی معاشروں، خصوصاً پاکستان و ایران جیسے ممالک میں خواتین کی تعلیم کی اہمیت اور ان کے فکری ارتقاء پر زور دینے کے لیے ایک طاقتور حوالہ بن سکتی ہے۔

زن ز تحصيل هنر شد شهره درهر كشوري/ برنكرد از ما كسى زين خوابِ بيداري سري / از چه نسوان از حقوق خويشتن بی بهره اند / نام اين قوم از چه، دور افتاده از هر دفتري / دامن مادر، نخست آموزگار كودك است / طفل دانشور، كجا پرورده نادان مادري / با چنين درماندگی، از ماه و پروين بگذريم / گر كه ما را باشد از فضل و ادب بال و پری۔[17]

ترجمہ: عورت جب فن و ہنر سیکھتی ہے تو ہر ملک میں شہرت پاتی ہے۔ مگر افسوس ہم میں سے کوئی اس راز سے واقف اور اس خواب سے بیدار نہ ہو سکا۔ کیوں عورتیں اپنے ہی حقوق سے محروم ہیں؟۔ کیوں اس قوم کا نام ہر دفتر اور ہر فہرست سے دور ہے؟ ماں کی گود ہی بچے کا پہلا مدرسہ ہے تو پھر ایک جاہل ماں سے دانشمند بچہ کہاں پرورش پائے گا؟ ہم اس بے بسی اس درماندگی کے ساتھ چاند و پروین کی بات کیسے کریں؟ جب تک ہمارے پاس علم و ادب کے پر نہ ہوں پرواز کیسے ممکن ہے؟۔

ان اشعار میں پروین اعتصامی اپنے نسوانی شعور، سماجی ذمہ داری اور تعلیم نسواں کی شدید ضرورت پر زور دیتی ہیں۔ نظم ایک احتجاجی بیداری کی صدا ہے جو صرف خواتین کے لیے نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے بیداری کا پیغام ہے۔ یہاں پروین اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ دنیا کے تمام ممالک میں عورتوں نے جب فن و ہنر سیکھا، تو وہ نمایاں ہوئیں ان کی شناخت بنی اور ان کے نام روشن ہوئے۔ لیکن پھر وہ افسوس سے کہتی ہے کہ ہمارے اپنے معاشرے میں کوئی بھی اس روشن راستے کی طرف بیدار نہیں ہوا۔ ہم ابھی تک خواب غفلت میں گم ہیں۔ ان اشعار میں وہ عورتوں کے حقوق کی محرومی کا سوال براہ راست اٹھاتی ہے۔ وہ پوچھتی ہیں کہ کیوں عورتیں اپنے جائز حقوق سے محروم ہیں؟ کیوں ان کا نام ہر شعبے، ہر ادارے، ہر فہرست سے غائب ہے؟ یہ اشعار سیاسی، تعلیمی، اور سماجی محرومی کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ اشعار تعلیم کی بنیادی اکائی ماں کی گود پر روشنی ڈالتے ہیں۔ پروین کہتی ہیں: ماں بچے کی پہلی معلمہ ہے اور اگر ماں خود جاہل ہو تو پھر وہ بچے کو علم و فہم کہاں سے دے گی؟

یہ نہایت اہم اور عمیق نکتہ ہے: تعلیم یافتہ عورت = تعلیم یافتہ نسل۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

یہ بند ایک طرح سے خود احتسابی اور تلخ حقیقت کا اعتراف ہے۔ پروین کہتی ہیں کہ ہم اگر اس قدر محروم، بے بس اور نادان ہیں تو پھر ہمیں چاند اور پروین (ستاروں) کی باتیں زیب نہیں دیتی۔ یعنی ہم اعلیٰ مقام، عظمت اور ترقی کے خواب کیسے دیکھیں جب ہم علم و ہنر سے خالی ہوں؟ اور پھر وہ ایک خوبصورت استعارہ لاتی ہیں: پرواز تبھی ممکن ہے جب ہمارے پاس علم و ادب کے پر ہوں۔ یہ اشعار صرف ایک نظم نہیں بلکہ ایک نسوانی منشور ہیں۔ پروین اعتصامی اپنی نازک مزاجی اور شعری لطافت کے باوجود انقلابی خیالات رکھتی تھی۔ ان اشعار میں وہ سماج کو یہ پیغام دیتی ہیں کہ: عورت کی عظمت تعلیم اور شعور سے وابستہ ہے۔ماں کا تعلیمی معیار آئندہ نسل کے معیار کا تعین کرتا ہے۔ معاشرتی ترقی کے لیے عورت کو مساوی مواقع دیے جانے چاہییں۔ جب تک ہم خود علم سے مسلح نہ ہوں، بلندیوں کے خواب فضول ہیں۔

رسالے کے چھٹے شمارے میں جو 1300 ہجری شمسی (مطابق ۱۹۲۱ء) میں چھپا اس میں ایک مختصر قصیدہ شائع ہوا جس پر شاعرہ کا نام پروین درج تھا۔ اس قصیدے کے تخلیق کار کے بارے میں کوئی اضافی وضاحت نہیں دی گئی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چونکہ نظم کا لہجہ مزاحمتی اور احتجاجی تھا اور اس میں شامل نسائی اعتراضات اُس زمانے کے رائج سماجی ماحول سے ہم آہنگ نہ تھے اس لیے رسالے کی مجلس ادارت نے شاعرہ کا مکمل نام اور تعارف واضح طور پر ذکر کرنے سے احتراز کیا۔

اس نظم سے قبل اسی رسالے کے پہلے سال میں پروین کی دو دیگر نظمیں بھی شائع ہو چکی تھیں۔ جب 1300 ہجری شمسی میں یہ نظم اور پروین کی دیگر نظموں کو عالم نسوان میں شائع کیا گیا اُس وقت وہ تہران میں امریکی اسکول کی ایک طالبہ تھیں اور ان کی عمر پندرہ برس سے زیادہ نہ تھی۔

یہ مختصر قصیدہ جس کا عنوان تھا "باز ایستادہ ایم" (دوبارہ کھڑے ہیں) عورت اور مرد کے برابر حقوق پر زور، عورتوں کی جہالت، سادگی اور نادانی پر تنقید، مردوں کی جانب سے عورتوں کی تحقیر پر احتجاج، عورتوں کے خلاف مردوں کی سخت گیری کی مذمت، اور تعلیم حاصل کرنے کی تاکید جیسے موضوعات پر مشتمل تھا۔ یہ نظم عالم نسوان مجلہ کے پہلے سال کے چھٹے شمارے میں شائع ہوئی۔

زان دم که پا به شارع هستی نهاده ایم / گامی دو راه رفته و گامی ستاده ایم / بنیان آفرینش ما مرد و زن یکی است / در شاهراه علم چرا ما پیاده ایم؟ / از حقِ مردمی، ز چه رو دست ما تهی است؟/ فرزند آدمیم، نه ابلیس زاده ایم! / ما را خدا مگر نه سر و عقل و هوش داد / در پشت سر فتاده چرا چون وِساده ایم؟ / در زیر پاي خویش شدستیم پایمال / با دست خود حقوق خود از دست داده ایم

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26
ماخذ تحقیقی مجلہ

/ گر بیهشان ز باده خرابند، ما ز جهل / ما بیهشانِ بی خبر از جام و باده ایم / سیلی چرا خوریم؟ نه ناچیز پیشه ایم / منّت چرا کشیم؟ نه مسکین جراده ایم / تا گوش داده، طعنه ي پیکان شنیده ایم / تا بال و پر گشوده به دام اوفتاده ایم / گنگیم زان سبب که همی بر دهان ما / مشتی رسیده تا به سخن لب گشاده ایم / چون شمع، وقت گریه عبث خنده کرده ایم / از سوختن گداخته باز ایستاده ایم / هر طایرِ ، ضعیف شود شاهبازمان / از بس که چون کبوتر و گنجشک ساده ایم۔[(18)]

ترجمہ: جب سے ہم نے ہستی کی شاہراہ پر قدم رکھا ہے۔ کبھی دو قدم چلے کبھی رک کر وہیں کھڑے ہو گئے۔ مرد وزن کی تخلیق کی بنیاد ایک ہی ہے تو پھر ہم علم کی شاہراہ پر عقب کیوں رہے گئے ہیں؟۔ انسان ہونے کے حق سے ہمارا دامن خالی کیوں ہے؟ ہم اولاد آدم ہیں ابلیس کی نسل سے نہیں۔ کیا خدا نے ہمیں بھی سر، عقل اور شعور عطا نہیں کیا؟ تو پھر ہم کیوں پیچھے رہ گئے جیسے کوئی بے جان؟ ہم خود ہی اپنے پاؤں تلے کچلے گئے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے حقوق کھو بیٹھے ہیں۔ اگر وہ (مرد) شراب سے مدہوش ہیں تو ہم جہالت سے۔ ہم وہ مدہوش ہیں جنہیں نہ شراب کی خبر ہے نہ پیالے کی۔ ہم تھپڑ کیوں کھائیں؟ ہم کوئی کم تر پیشہ تو نہیں کرتے۔ ہم احسان کیوں لیں؟ ہم کوئی نادار بھکاری تو نہیں۔ جب بھی کان کھولے طعنوں کے تیر سننے پڑے۔ جب بھی پر کھولے کسی کے دام میں پھنس گئے۔ ہم گونگے اس لیے ہیں کہ جب بھی لب کھولے۔ جب بھی بولنے کے لیے لب کھولے ہم نے مکے کھائیں ہیں۔ ہم شمع کی طرح رونے کے وقت عبث ہنسی ہنسے۔ ہم جلنے کے بعد پگھلے اور دوبارہ کھڑے ہیں۔ ہر پرندہ، حتیٰ کہ شاہین بھی جب ہمارے ساتھ ہوتا ہے تو کمزور پڑ جاتا ہے۔ کیوں کہ ہم کبوتر اور گنجشک (چڑیا) کی طرح سادہ لوح ہیں۔

یہ نظم پروین اعتصامی کی فکری اور نسائی بیداری کا ایسا جری اظہار ہے جو اس عمر میں کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ نظم کی ہر سطر عورت کی مظلومیت، بے حسی، خاموشی اور سب سے بڑھ کر خود ساختہ بے بسی پر طنز بھی ہے اور پکار بھی۔ پروین واضح کرتی ہیں کہ ہم خود اپنی پستی کی ذمہ دار ہیں۔ ہم نے چلنا چھوڑ دیا ہے، بولنا چھوڑ دیا ہے، جدوجہد چھوڑ دی ہے اور پھر ہم یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں حق کیوں نہیں ملا؟ پروین الٰہی انصاف کی دلیل دیتی ہیں: بنیانِ آفرینش میں ہم مرد وزن یکساں ہے تو علم و عقل میں فرق کیوں ہے؟ یہ فلسفہ کہ خالق نے عورت کو بھی وہی شعور دیا ہے جو مرد کو بہت طاقتور دلیل ہے نسوانی مساوات کے لیے۔ پروین عورتوں کی خاموشی کی وجہ یہ بتاتی ہیں کہ جب بھی وہ لب کشا ہوئیں طاقت کے مکے ان کے منہ پر پڑے۔ یہ بیان نہایت علامتی ہے کہ عورتوں کو صرف جسمانی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

نہیں فکری جبر کا بھی سامنا ہے۔ وہ اپنی ہم جنسوں کو یہ بھی یاد دلاتی ہیں کہ ہم خود بھی بے خبری، کم علمی اور سادہ لوحی کا شکار ہیں۔ یہ "سوشلسٹ خود احتسابی" ہے جو محض مردوں کو الزام نہیں دیتی بلکہ عورتوں کو بیدار کرنے کی دعوت ہے۔

شاہباز بھی ہمارے ساتھ رہ کر کمزور ہو جائے کیونکہ ہم کبوتر اور گنجشک کی طرح سادہ لوح ہیں۔ یہ شعر انتہائی طنزیہ حسن کا حامل ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہماری سادگی کا عالم یہ ہے کہ ہماری سنگت میں عقاب بھی پر کتروا بیٹھے۔ یہ نظم پروین اعتصامی کے نسائی شعور، اخلاقی جرات اور انقلابی وجدان کی روشن مثال ہے۔ وہ نہ صرف نسائی حقوق کی پرزور وکالت کرتی ہیں بلکہ عورتوں کے اندرونی خوف، بے حسی اور جہالت پر بھی زور دار تنقید کرتی ہیں تاکہ بیداری ممکن ہو سکے۔ یہ قطعہ پروین اعتصامی کے دیوان کے کسی بھی مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہے۔[19]

مندرجہ بالا مثال اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ ممکن ہے اس نوجوان شاعرہ کے کچھ اشعار خود اس نے یا اس کے خاندان نے اس کے دیوان سے حذف کر دیے ہوں۔ مگر وہ چیز جو پروین کے اشعار کے متن میں ہمیں خلا کی صورت میں محسوس ہوتی ہے وہ اس کے انفرادی اور نسوانی احساسات پر اس کی خاموشی ہے۔ وہ صرف چند غزلوں میں اپنی خواہش اور تمنا کے احساس کی طرف ہلکا سا اشارہ کرتی ہے وہ بھی کسی تانیثی زبان میں نہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اگرچہ وہ اپنی بعض غزلوں کے آغاز میں اپنے باطنی احساسات کو بیان کرتی ہے لیکن چند اشعار کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اُسے کچھ یاد آ جاتا ہے یا جیسے کوئی اندرونی یا بیرونی قوت اُسے ان تمناؤں کو بیان کرنے سے روک دیتی ہے۔ یہاں تک کہ قاری ان غزلوں کے ابتدائی اور اختتامی اشعار کے درمیان کوئی منطقی ربط محسوس نہیں کر پاتا۔ مثال کے طور پر غزل "بے رُوئے دوست" ان اشعار سے شروع ہوتی ہے:

بی روي دوست، دوش شب ما سحر نداشت / سوز و گداز شمع و من و دل اثر نداشت/ مهر بلند، چهره ز خاور نمی نمود / ماه از حصار چرخ، سر باختر نداشت / آمد طبیب بر سر بیمار خویش، لیک / فرصت گذشته بود و مداوا ثمر نداشت۔[20]

ترجمہ: بغیر محبوب کے چہرے کے کل شب ہماری رات کی کوئی سحر نہ تھی۔ شمع کی تپش، میرے دل کی تڑپ، کسی چیز کا کوئی اثر نہ تھا۔ نہ سورج نے مشرق سے طلوع ہونے کا ارادہ کیا، نہ چاند فلک کے دائرے سے نکل کر مغرب کی سمت بڑھا۔ طبیب اپنے بیمار کے سرہانے تو آیا لیکن وقت گزر چکا تھا، علاج بے اثر رہا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

یہاں تک اشعار میں جذباتی سوز، محرومی اور ادبی جمالیات کی فضا قائم ہے لیکن پھر اچانک مضمون بدل جاتا ہے:

بشنو ز من، که نا خلف افتاد آن پسر/ کز جهل و عجب، گوش به پند پدر نداشت / خرمن نکرده توده کسی موسم درو / در مزرعی که وقت عمل برزگر نداشت۔[21]

ترجمہ: مجھ سے سنو، وہ بیٹا نافرمان نکلا جس نے جہالت اور غرور میں باپ کی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ جس نے وقت پر کھیتی نہ بوئی وہ فصل کاٹنے کے موسم میں بھی ہاتھ ملتا رہ گیا۔

یہ غزل دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہے: پہلے حصے میں شاعرہ محبوب کی غیر موجودگی، رات کی بے سُرور کیفیت، دل کی بے اثر تڑپ اور فطرت کی خاموشی کو بیان کرتی ہے۔ یہاں ایک گہرا رومانوی، جذباتی اور روحانی ماحول ہے۔ شمع اور دل کی سوزش ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر محبت میں ناکامی اور ادھورے وصال کا نوحہ بن جاتی ہے۔

دوسرے حصے میں اچانک تبدیلی والا رخ نظر آتا ہے۔ شاعرہ اچانک اخلاقی اور تعلیمی وعظ کی طرف مڑ جاتی ہے۔ ایک نافرمان بیٹے کی بات کرتی ہے جو باپ کی نصیحت کو نہ مان کر تباہی کا شکار ہوتا ہے۔ پھر ایک کاشتکار کی مثال دیتی ہے جو وقت پر محنت نہ کرنے کے سبب فصل و محصول سے محروم رہ جاتا ہے۔

یہ غزل پروین اعتصامی کی شاعری میں ایک دلچسپ تضاد اور انداز بیان کی غیر متوقع تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے۔ آغاز میں ایسا لگتا ہے جیسے شاعرہ اپنے انفرادی، نسوانی اور جذباتی احساسات کو بیان کرنا چاہتی ہے جیسا کہ "بی رُویِ دوست" جیسے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن چند اشعار بعد وہ عوامی وعظ اور اخلاقی نصیحت کے میدان میں واپس آجاتی ہیں۔ یہی وہ فضا ہے جس کی طرف ناقدین اشارہ کرتے ہیں کہ گویا شاعرہ اندر سے کچھ کہنا چاہتی ہے مگر یا تو سماجی دباؤ یا تربیت اُسے انفرادی اظہار جذبات سے باز رکھتی ہے۔ پروین کی یہ جھجک اور احساسات کا دب جانا اُس عہد کی ادبی، تہذیبی اور خاندانی پابندیوں کی عکاس ہے جس میں عورت کو اپنی انفرادی خواہشات کا بیان کھلے لفظوں میں کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا اور ایک دوسری غزل کے مطلع میں کچھ یوں لب کشائی فرماتی ہے:

اي خوشا مستانه سر در پاي دلبر داشتن / دل تهی از خوب و زشت چرخ اخضرداشتن۔[22]

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

ترجمہ: کیا ہی سعادت مند لمحہ ہے کہ سر مستی و وارفتگی کے ساتھ محبوب کے قدموں میں رکھ دیا جائے۔ اور دل کو دنیا کے نیک و بد، اچھے بُرے سب خیالوں سے خالی رکھا جائے۔

یہ شعر تصوف، عشقِ حقیقی اور دنیا سے لاتعلقی کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ یہاں "دلبر "صرف محبوب مجازی نہیں بلکہ محبوب حقیقی کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ مستانہ "یعنی ایک ایسی وارفتگی اور بے خودی کے عالم میں کہ انسان خودی سے نکل کر محبوب کی بارگاہ میں سراپا تسلیم ہو جائے۔ اس مصرع میں عشق کی انتہا دکھائی گئی ہے جہاں انسان اپنی انا کو قربان کر کے خاک در یار بن جاتا ہے۔ یہاں چرخ اخضر سے مراد یہ دنیا یا فلک ہے جو سبز رنگ کے ساتھ اکثر شاعری میں آسمان یا دنیائے فانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خوب و زشت یعنی دنیا کی خوشی و غم، نیکی و بدی، اچھے برے حالات ان سب سے دل کو خالی کر دینا یعنی کامل زہد و وارستگی۔

یہ شعر نہ صرف اس کے فکری عروج کا عکاس ہے بلکہ اندرونی تطہیر، روحانی سچائی اور قربانی کا پیغام بھی دیتا ہے۔ گویا وہ چاہتی ہے کہ عشق اور محبوب کی پناہ میں آکر ہر چیز سے بے نیاز ہو جائے اور وارفتگی کے عالم میں دل کو اس کے سپرد کر دے۔ لیکن یہ صرف ایک ہلکا سا اشارہ ہے اُس چیز کی طرف، جس کے بارے میں پروین ہمیشہ خاموش رہی ہے اور یہی خاموشی اسے پسند بھی تھی۔

اي خوشا سوداي دل از ديده پنهان داشتن / مبحث تحقيق را در دفتر جان داشتن۔[23]

ترجمہ: کیا ہی خوب ہے کہ دل کی خواہشوں کو نگاہوں سے چھپا کر رکھا جائے اور تحقیق و جستجو کے مضامین کو دل کے دفتر میں محفوظ رکھا جائے۔

یہ شعر اندرونی سچائی، خاموشی، فکری گہرائی اور روحانی تنہائی کا عکاس ہے۔ شاعرہ نہ صرف اپنی ذاتی کیفیت بلکہ ایک عارفانہ طرز فکر کو ظاہر کر رہی ہیں۔ ہر مصرع میں ایک خاص تہذیبی، فکری اور روحانی زاویہ موجود ہے۔ اس غزل کے تسلسل میں جس کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ (پروین) عشق کے مقابلے میں جان نثاری اور پاک بازی کی بات کرتی ہے۔

نزد شاهين محبت بی پر و بال آمدن / پيش باز عشق آئين كبوتر داشتن۔[24]

ترجمہ: محبت کے شاہین کے سامنے بغیر پر و بال کے آنا اور عشق کے باز کے حضور کبوتر کا سا طریقہ اپنانا۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

یہ شعر عشق کی راہ میں عاجزی، خود سپردگی اور فنا کا عمیق استعارہ ہے۔ شاعرہ یہاں عاشق اور معشوق کے تعلق کو علامتی پیرائے میں بیان کرتی ہیں۔ پروین اعتصامی ان اشعار میں محبت کا نظریہ پیش کرتی ہے، جہاں عشق صرف جذبہ نہیں بلکہ کامل سپردگی اور اپنے وجود کی نفی ہے۔ سچا عاشق وہی ہے جو بے پر وبال ہو کر محبوب کے در پر آئے اور خود کو ایک کبوتر کی مانند نرم، بے ضرر اور تابعدار بنالے۔ یہ شعر پروین کی روحانی گہرائی، فکری تہذیب اور عرفانی وجدان کا آئینہ ہے جہاں عشق کا راستہ قربانی، خاکساری، اور خامشی سے گزرتا ہے۔ اور ایک بار پھر بغیر اس کے کہ ہمیں اس کی توقع ہو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حکمت، علم، فن اور ہمت کی بات کرتی ہے اور ایک ایسی غزل میں جس کا مطلع اس قدر عاشقانہ ہے نصیحت، وعظ اور پند و اندرز کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

از براي سود در درياي بی پايان علم / عقل را مانند غواصان شناور داشتن / گوشوار حکمت اندر گوش جان آويختن / چشم دل را با چراغ جان منور داشتن۔ (25)

ترجمہ: فائدہ اٹھانے کے لیے علم کے بے کنار سمندر سے۔ عقل کو غوطہ خوروں کی مانند گہرائی میں تیرتے رہنا چاہیے۔ حکمت کے جھمکے روح کے کانوں میں پہن لینے چاہیے اور دل کی آنکھ کو روح کی روشنی سے روشن کرنا چاہیے۔

یہ اشعار علم، حکمت، عقل اور روحانی بصیرت کے اعلیٰ مفاہیم کو شعری انداز میں پیش کرتے ہیں۔ پروین اعتصامی یہاں انسانی عقل و روح کی تربیت کے لیے ایک جامع فکری نسخہ پیش کرتی ہیں۔ علم کا بے پایاں سمندر سے مراد وہ وسیع و عمیق دنیا ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں یعنی علم ایک لا محدود خزانہ ہے۔ عقل کو غواص کی مانند تیرانا اس بات کی علامت ہے کہ انسان کو محض سطحی علم پر قناعت نہیں کرنی چاہیے بلکہ گہرائی میں جا کر حقائق کی تہوں تک پہنچنا چاہیے۔ یہاں عقل کو ایک فعال، متحرک اور جستجو کرنے والی قوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

ان اشعار میں پروین اعتصامی نہ صرف علم و عقل کی عظمت کو بیان کرتی ہیں، بلکہ انسان کو دعوت دیتی ہیں کہ وہ علم میں گہرائی تک جائے، ظاہری حواس سے آگے بڑھ کر باطنی روشنی حاصل کرے اور حکمت کو اپنی روح کا زیور بنائے۔ یہ اشعار سچائی کی تلاش، خود شناسی اور عقل سلیم کی تربیت کا درس دیتے ہیں جو کہ پروین کے کلام میں بار بار آنے والا مرکزی پیغام ہے۔

اس ترتیب سے ہم دیکھتے ہیں کہ پروین کے اشعار انہیں ایک شاعرہ اور بااحساس خاتون کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن ان میں تانیثی جذبات کی کمی نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کیونکہ وہ ہمیشہ اس میدان میں یا تو

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

خاموش رہی ہیں یا اگر کبھی ان کے دل نے کوئی عاشقانہ غزل کہنے کا ارادہ کیا بھی تو جیسے ہی انہیں کوئی خطرے کی گھنٹی سنائی دی جو انہیں خبر دار کرتی تھی وہ بات کو موڑ دیتی تھیں اور اسے کسی اخلاقی نتیجے پر ختم کر دیتی تھیں۔

پروین اعتصامی کی شاعری فارسی نسائی ادب میں ایک منفرد اور قابلِ اعتراف مقام رکھتی ہے۔ وہ ایک ایسی شاعرہ ہیں جنہوں نے پدر سالار ایرانی سماج میں عورت کی حیثیت، اس کے حقوق اور اس کی فکری و روحانی شخصیت پر شعوری انداز میں قلم اٹھایا مگر اپنی تہذیبی تربیت اور سماجی ماحول کے باعث کئی مواقع پر انفرادی اور نسوانی جذبات کو خاموشی کی چادر میں چھپالیا۔ پروین کی خاموشی محض گریز نہیں بلکہ ایک ادبی و فکری اسلوب ہے جو اندرونی مزاحمت اور تہذیبی ضبط کا استعارہ بن کر ابھرتی ہے۔ اُن کی شاعری میں جہاں اخلاقی تعلیم، سماجی شعور اور ظلم وناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج سنائی دیتی ہے، وہیں نسائی جذبات کا دباؤ، رکاوٹ اور جھجک بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔

اگرچہ پروین نے اپنی نظموں میں مرد و زن کی مساوات، تعلیم نسواں، معاشرتی اصلاح اور انسان دوستی جیسے موضوعات پر کھل کر اظہار کیا لیکن عشق، خواہش اور نسائی جسمانی و جذباتی وجود سے متعلق اظہار یا تو محدود رہا یا علامتی سطح پر مبہم اور غیر روایتی انداز میں ظاہر ہوا۔

اس مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پروین اعتصامی کی شاعری ایک خاموش نسائی آواز ہے جو روایتی نسوانیت سے ہٹ کر ایک فکری، اخلاقی اور علامتی نسوانی شعور کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان کا شعری اسلوب اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ خاموشی بھی کبھی کبھی ایک گہرا اور معنی خیز اظہار بن جاتی ہے۔

حوالہ جات

(1)۔ روح انگیز کراچی، پروین اعتصامی ہمراہ با کتاب شناسی توصیفی (شیراز: نشر داستان سرا، ۱۳۸۳)، ص ۶۔

(2)۔ ایضا، ص ۶۔

(3)۔ یحیی آرین پور، از نیما تا روزگار ما، (تھران: نشر زوار، ۱۳۷۹)، جلد سوم، ص ۵۳۹-۵۴۲۔

(4)۔ پروین اعتصامی، دیوان پروین اعتصامی، بہ کوشش محمد عالمگیر تھرانی، (تھران: نشر محمد، ۱۳۷۰)، ص ۷۸۔

(5) توفیق سبحانی، تاریخ ادبیات ۴، (تھران: دانشگاہ پیام نور، ۱۳۷۴)، چاپ پنجم، ص ۲۳۰ تا ۲۳۴۔

علی اکبر ترابی، جامعہ شناسی ادبیات فارسی، (تبریز: انتشارات فروزش، ۱۳۸۳)، چاپ چہارم، ص ۲۳۳ تا ۲۳۴۔

(6)۔ یحیی آرین پور، از نیما تا روزگار ما، (تھران: نشر زوار، ۱۳۷۹)، جلد سوم، ص ۸۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

(7)۔ ایضا، ص ۵۴۰۔

(8)۔ علی اکبر ترابی، جامعہ شناسی ادبیات فارسی، (تبریز: انتشارات فروزش، ۱۳۸۳)، چاپ چہارم، ص ۲۳۴۔

(9)۔ مجید قدمیاری، معجزہ پروین: زندگی، نقد و تحلیل و گزیدہ اشعار پروین اعتصامی، (تھران: سخن، ۱۳۸۸)، ص ۷۸۔

(10)۔ عبدالحسین زرین کوب، دفتر ایام، پروین زنی مردانہ در قلمرو شعر و عرفان، (تھران: نشر علمی، ۱۳۶۷)، ص ۵۳۔

(11)۔ بہ نقل از گفت و گوی لعیا درفشہ با دکتر صنعتی، بخارا شمارہ ۶۲، خرداد- شہریور ۱۳۸۶، صص ۷۲-۱۰۲۔

(12)۔ مریم حسینی، **رماتیسم اجتماعی در شعر پروین**، (تبریز: مجموعہ مقالات دربارہ پروین: ہمایش بزرگداشت پروین اعتصامی ۱۳۸۵)، ص ۱۱۔

(13)۔ پروین اعتصامی، مجموعہ اشعار، (تھران: نشر نگاہ، ۱۳۸۷)، چاپ چھارم، ص ۲۵۳۔

(14)۔ ابوالفتح اعتصامی، **مجموعہ مقالات و قطعات اشعار** بہ مناسب در گذشت و اولین سال وفات پروین اعتصامی، (تھران: چاپخانہ محمد علی فردین، ۱۳۲۳)، ص ۲۵۔

(15)۔ ویب سائٹ گنجور، پروین اعتصامی، دیوان اشعار، مثنویات، تمثیلات و مقطعات، (شعر نمبر ۱۵۹، شعر کا نام: نھال آرزو)۔(https://ganjoor.net/parvin/divanp/mtm/sh159)

(16)۔ ایضا، شعر نمبر ۱۵۹۔

(17)۔ مریم حسینی، **شعر فمنیستی نویافتہ ای از پروین اعتصامی**، (تھران، زن در فرھنگ و ھنر، دورہ ۲، شمارہ ۱، ۱۳۸۹)، فصلنامہ پژوھش زنان دانشگاہ تہران، ص ۹ تا ۱۰-

پروین اعتصامی، مجموعہ اشعار، (تھران: نشر نگاہ، ۱۳۸۷)، چاپ چھارم، ص ۳۵۵ تا ۳۵۶۔

(18)۔ عالم نسوان، سال اول، شمارہ ۶، ص ۲۶۔

(19)۔ مریم حسینی، **شعر فمنیستی نویافتہ ای از پروین اعتصامی**، (تھران، زن در فرھنگ و ھنر، دورہ ۲، شمارہ ۱، ۱۳۸۹)، فصلنامہ پژوھش زنان دانشگاہ تہران، ص ۱۱-

(20)۔ پروین اعتصامی، مجموعہ اشعار، (تھران: نشر نگاہ، ۱۳۸۷)، چاپ چھارم، ص ۱۴۳۔

(21)۔ ایضا، ص ۱۴۳۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-26

(22)۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔

(23)۔ ایضاً، ص ۱۴۶۔

(24)۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔

(25)۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔